BA Part - III
Paper - VI

# اردو تنقید پر ایک نظر

ڈاکٹر منیر کلیم الدین احمد



سوال نمبر ۶: مولانا شبلی نعمانی کی تنقید نگاری کے متعلق کلیم الدین احمد کے خیالات قلمبند کیجیے ؟
" کلیم الدین احمد کے خیال میں شبلی نئی اور پرانی تنقید کے بیچ معلق نظر آتے ہیں"۔ واضح کیجیے ؟

جواب: حالی کے بعد دوسرے مشہور صاحب قلم، شاعر اور نقاد مولانا شبلی نعمانی ہیں۔ انہوں نے مشرقی نقادوں سے استفادہ کیا ہے۔ شبلی نعمانی نے شاعری کے متعلق ایک بیان سے اپنی معلومات کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:
" شاعری کیا چیز ہے۔ ایک نہایت مفصل اور دقیق بحث ہے۔ ارسطو نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس کا ترجمہ عربی میں ابن رشد نے کیا اور اس کا جز احقر چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ ابن رشیق، قیروانی اور ابن خلدون نے بھی اس پر بحث کی ہے۔ انگریزی زبان میں نہایت اعلیٰ درجہ کی کتابیں اس مسئلہ پر لکھی گئی ہیں۔ جن میں سے بعض میری نظر سے بھی گذری ہیں، گو میں ان سے اچھی طرح مستفید نہیں ہو سکا۔"

اس اظہار حقیقت پر کلیم الدین احمد کا تبصرہ یہ ہے کہ شبلی انگریزی کتابوں سے اچھی طرح مستفید نہیں ہو سکے اور نہ ہو سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ بھی مغربی خیالات سے سطحی واقفیت رکھتے ہیں۔ اور یہ سطحیت ناگزیر تھی۔ وہ خود شاعری کے عناصر، محاکات و تخیل، حسن الفاظ وغیرہ جیسے موضوعات پر لکھتے ہیں لیکن ان کی باتوں میں گہرائی نہیں، جدت باریکی نہیں۔ اسی قسم کی باتیں ہیں جو حالی نے کہی ہیں۔

شاعری کے متعلق شبلی فرماتے ہیں کہ:
" غم کی حالت میں صدمہ ہوتا ہے۔ خوشی میں سرور ہوتا ہے۔ حیرت انگیز بات پر تعجب ہوتا ہے۔ یہی قوت جس کو احساس، انفعال "فیلنگ" سے تعبیر کر سکتے ہیں شاعری کا دوسرا نام ہے۔ یعنی احساس جب الفاظ کا جامہ پہن لیتا ہے تو شعر بن جاتا ہے۔"

کلیم الدین احمد کے خیال میں شاعری کے متعلق شبلی نعمانی کی واقفیت درست نہ تھی کیونکہ دل اور دماغ میں فرق ہوتا ہے۔ شاعری کا سرچشمہ دل سے خیال کیا جاتا ہے اور دماغ یا عقل یا ادراک کو ہر قسم کی ایجادات، تحقیقات، انکشافات اور تمام علوم و فنون کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ گویا جذبات دل سے وابستہ ہیں ادراک اور اس کے نتائج دماغ سے وابستہ ہیں۔ شاعری کا تعلق جذبات یا دل سے ہے۔ علوم و فنون کا تعلق ادراک یا دماغ سے ہے۔ یہ نقطۂ نظر درست نہیں ہے۔ یہ شاعری کی ماہیت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کلیم الدین احمد فرماتے ہیں کہ شاعری اضطراری کیفیت کا نتیجہ نہیں۔ تمام علوم و فنون کی طرح یہ بھی دماغی تحریکات کا نتیجہ ہے۔ شاعری میں اعلیٰ ترین دماغی تحریکات کا پرتو ہوتا ہے۔ شاعری میں ادراک کا وجود ضروری ہے۔ اسی قدر ضروری ہے جس قدر دوسرے علوم و فنون میں ضروری ہوتا ہے۔ ادراک شاعری کی روح رواں ہے۔ شاعر اپنے زمانہ میں ادراک کے سب سے بلند مقام پر ہوتا ہے۔

شبلی نے قوت تخیل کے متعلق فرمایا ہے کہ:
" شاعر قوت تخیل سے تمام اشیاء کو نہایت دقیق نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ ہر چیز کی ایک خاصیت ایک ایک وصف پر نظر ڈالتا ہے۔ پھر اور چیزوں سے انکا مقابلہ کرتا ہے ان کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالتا ہے۔ ان کے مشترک اوصاف کو ڈھونڈ کر ان سب کو ایک سلسلہ میں مربوط کرتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف جو چیزیں یکساں اور متحد خیال کی جاتی ہیں ان کو زیادہ نکتہ سنجی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان میں فرق امتیاز پیدا کرتا ہے۔"

ڈاکٹر منیر کلیم الدین احمد کا احساس ہے کہ شبلی کی باتیں تخیل کے متعلق بہت کام کی ہیں لیکن کچھ باتیں ایسی ہیں جو قابل اعتراض ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ شبلی تخیل کی ماہیت سے واقف نہ تھے جیسے محض شبلی، تخیل کے عنوان کا بیان کر گئے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو وہ تخیل سمجھتے ہیں اس کو تخیل سے دور کا بھی لگاؤ نہیں۔

# اردو تنقید پر ایک نظر

(پروفیسر کلیم الدین احمد)

"احساس جب الفاظ کا جامہ پہن لیتا ہے تو شعر بن جاتا ہے۔"

اس بیان سے شعر میں الفاظ کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ شبلی کو الفاظ کی اہمیت سے واقفیت ہے لیکن اس جگہ بھی وہ لغزش کر جاتے ہیں۔ کتاب "العمدہ" کے باب فی اللفظ والمعنی کا وہ ظاہر کرتے ہیں جس میں ایک بہت اہم جملہ ملتا ہے "لفظ جسم ہے اور مضمون روح ہے دونوں کا ارتباط باہم ایسا ہے جیسا روح اور جسم کا ارتباط کہ وہ کمزور ہوگا تو یہ بھی کمزور ہوگی، لیکن اس کے بعد بھی وہ لکھتے ہیں: "حقیقت یہ ہے کہ شاعری یا انشاپردازی کا مدار زیادہ تر الفاظ پر ہے۔ گلستان میں جو مضامین اور خیالات ہیں ایسے اچھوتے اور نادر نہیں۔ الفاظ کی فصاحت اور ترتیب اور تناسب نے اس میں سحر پیدا کر دیا ہے۔ انہیں مضامین اور خیالات کو معمولی الفاظ میں ادا کیا جائے تو سارا اثر جاتا رہے گا۔"

کلیم الدین احمد کی رائے ہے کہ یہ بے خبری ہے۔ خیالات اور جذبات اور الفاظ کے ناگزیر تعلق سے بے خبری ہے۔ یوں وہ کہتے ہیں کہ اس تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ شاعر کو صرف الفاظ سے غرض رکھنی چاہئے اور معنی سے بالکل بے پروا ہو جانا چاہئے۔ لیکن ان کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ وہ الفاظ کو اصل شاعری سمجھتے ہیں۔ الفاظ کو فصیح و غیر فصیح، مانوس و نامانوس، سلیس و ثقیل الفاظ میں تقسیم کرتے ہیں اور فصیح مانوس اور سلیس الفاظ کا استعمال جائز سمجھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ نامانوس ثقیل اور غیر فصیح الفاظ اگر موقع و محل سے کلام میں لائے جائیں تو نامانوس ثقیل اور غیر فصیح باقی نہیں رہیں گے۔

ان باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ شبلی کا زاویہ نظر، شبلی کی تنقید کا ساز و سامان، شبلی کا اسلوب، ان سب چیزوں میں پرانی تنقید کی صاف کارفرمائی نظر آتی ہے۔ نئی تنقید کے اصول، نئی تنقید کا زاویہ نظر، نئی تنقید کی تکنیک — یہ سب چیزیں کہیں نہیں ملتیں۔ وہ میر انیس کی شاعری کی خصوصیات ایسے عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں۔ فصاحت، روزمرہ اور محاورہ، بلاغت، استعارات و تشبیہات، صنائع، جذبات یا احساسات، مناظر قدرت، منظر، واقعہ نگاری، رزمیہ وغیرہ۔ تشبیہات تو ہے اور اس بات کا شبلی کو بھی احساس ہے کہ انسانی جذبات، مناظر قدرت، منظر، واقعہ نگاری، رزمیہ الگ الگ چیزیں نہیں مثلاً منظر اور رزمیہ واقعہ نگاری میں داخل ہیں۔ اس لئے ان موضوعات پر الگ الگ لکھنے کی منطقی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

شبلی کے یہاں اصل نقص یہ ہے کہ ان چیزوں پر جو پرانی تنقید کا جاگیر ہیں زیادہ سے زیادہ زور دیا ہے۔ پہلے فصاحت، روزمرہ، محاورہ، بلاغت، استعارات و تشبیہات کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور ان سے زیادہ اہم چیزوں کا ذکر پیچھے اور ضمناً ہوتا ہے۔ فصاحت اور بلاغت پر صفحے کے صفحے سیاہ کر دیئے جاتے ہیں لیکن انسانی جذبات یا احساسات کے تحت بہت کم تنقید ملتی ہے۔

شبلی سے زبردست لغزش مشرقی حدود کے اندر بھی ہوئی ہے، وجہ یہ ہے کہ وہ باتیں تو صحیح کہتے ہیں لیکن ان باتوں کے منطقی نتائج سے آگاہ نہیں ہوتے۔ شبلی کہتے ہیں کہ

"بلاغت کی تعریف علمائے معانی نے یہ کی ہے کہ کلام اقتضائے حال کے موافق ہو اور فصیح ہو۔ مقتضائے حال کے موافق ہونا ایسا جامع لفظ ہے جس میں بلاغت کے تمام انواع و اسباب آجاتے ہیں۔"

کلیم الدین احمد کہتے ہیں کہ اگر بلاغت کا مفہوم یہ ہے کہ "کلام اقتضائے حال کے موافق ہو" تو میر انیس کا کلام، بلکہ سارے مرثیے، بلاغت سے معرا ثابت ہوں گے۔ مرثیوں کو لکھنؤ کے شادی و غمی کے رسوم اور رواج پر منطبق کرتے ہیں۔ وہ جوہی اور بیلے کے پھول عراق کے جنگل میں کھلا دیتے ہیں۔ وہ خواتین امام اور ان کے اہل حرم کے اصل کردار کو پردہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح شبلی کی تنقید غیر واضح ہے۔ نئی اور پرانی تنقید کے درمیان الجھی ہوئی نظر آتی ہے۔